بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

موجودہ حالات میں قرآن کی تعلیم کیسے عام کی جائے

ظفر الاسلام اصلاحی

قرآن کریم سرچشمۂ رشد و ہدایت ہے۔ اس کتابِ عظیم نے خود اپنے جو اوصاف بیان کیے ہیں ان میں سب سے نمایاں وصف یہ ہے کہ یہ سارے انسانوں کے لئے رہنمائی کا ذریعہ ہے، ہدایت کی کھلی ہوئی نشانیاں اس میں موجود ہیں اور حق و باطل کی سب سے عمدہ کسوٹی بھی یہی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدیً للناس وبینٰت من الھدی والفرقان. (البقرہ۔۱۸۵)

اس آیت کریمہ سے یہ صاف واضح ہوتا ہے کہ قرآن کریم کسی خاص فرد قوم یا کسی مخصوص علاقہ کے لوگوں کے لئے ہادی ورہنما نہیں بلکہ ساری انسانیت کے لئے یہ وسیلۂ ہدایت و نصیحت ہے۔ اسی حقیقت کی وضاحت قرآن کے ان الفاظ میں ملتا ہے۔

ھذا بصائر للناس وھدیً ورحمۃ لقوم یوقنون" (الجاثیہ/۲۰)

(یہ بصیرت کی روشنیاں ہیں سب کے لئے اور ہدایت و رحمت ان لوگوں کے لئے جو یقین لائیں)

اِن ھو الا ذکر للعٰلمین" (صٓ/۸۷)

(یہ تو بس تمام دنیا والوں کے لئے ایک یاد دہانی ہے)

اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ سیدھا راستہ (صراط

مستقیم) دکھاتی ہے جسے اختیار کرنے میں نجات اخروی وراحتِ ابدی ہے۔ یہ وہ عظیم ترین ہدایت نامہ ہے جو ضلالت وگمرہی کی تاریکی سے نکال کر رشد وہدایت کی روشنی تک پہنچانے والا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

"ان هذا القرآن يهدى للتى هى اقوم ويبشر المومنين الذين يعملون الصٰلحٰت اَن لهم اجرا كبيراً" (بنی اسرائیل/۹)

(حقیقت یہ کہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے۔ جو لوگ اسے مان کر بھلے کام کرنے لگیں انھیں یہ بشارت دیتا ہے کہ ان کے لئے بڑا اجر ہے)

الر۔ كتاب انزلناه اليك لتخرج الناس من الظلمٰت الى النور" (ابراہیم/ا۔۲)

(الر۔ یہ کتاب ہے جو ہم نے تمھاری طرف اس لئے اتاری ہے کہ تم لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاؤ)

دراصل یہی وہ نسخہ کیمیا ہے جس میں انسان کے قلبی امراض کا علاج ہے اور اس میں ان کے لئے شفاء کلی کا سامان دستیاب ہے۔ اللہ رب العزت نے صاف صاف اعلان فرمایا۔

"یاايها الناس قد جاء تكم موعظة من ربكم وشفاء لما فى الصدور وهدىً ورحمة للمومنين" (یونس/۵۷)

(اے لوگو تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے نصیحت آگئی ہے یہ وہ چیز ہے جو دلوں کے امراض کی شفا ہے اور مومنین کے لئے رہنمائی ورحمت ہے)

یہاں اس جانب اشارہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم سارے انسانوں کے لئے رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ اس میں پورے عالم کے لئے ہدایت کا سامان موجود ہے لیکن اس کے انوار وبرکات سے اصلاً وہی لوگ مستفیض ہوتے ہیں جو خلوص وخشیت الٰہی سے معمور ہوتے ہیں۔ اس کے علوم ومعارف کے خزانہ سے صحیح معنوں میں وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو صدقِ دل سے اس کتاب کو سمجھنا

چاہتے ہیں اور دل کی گہرائیوں سے اس کی تعلیمات وہدایات قبول کرنے کی خواہش رکھتے ہیں، ان آیات میں یہی حقیقت بیان کی گئی ہے:

ان هو الاّ ذكر للعٰلمين لمن شاءَ منكم ان يستقيم (التکویر ۲۷-۲۸)

(یہ تو سارے جہاں والوں کے لئے ایک نصیحت ہے تم میں سے ہر اس شخص کے لئے جو راہ راست پر چلنا چاہتا ہو)

قرآن کریم نے ایسے لوگوں کو متقین و محسنین سے تعبیر کیا ہے

الم ذلك الكتاب لا ريب فيه هدى للمتقين (البقرہ/۱-۲)

(الم۔ یہ کتاب الٰہی ہے اسمیں کوئی شک نہیں، ہدایت ہے اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے)

تلك آيات الكتاب الحكيم هدى ورحمة للمحسنين (لقمان/۱-۳)

(الم۔ یہ پُر حکمت کتاب کی آیات ہیں۔ ہدایت ورحمت ہیں نیکو کاروں کے لئے)

رہا یہ مسئلہ کہ اس نسخہ کیمیا سے فائدہ اٹھانے کے لئے کیا ظاہری تدابیر اختیار کی جائیں اور اس کتاب عزیز و عظیم کے معانی و مطالب کو کیسے گرفت میں لایا جائے۔ اسکی مثالی صورت تو یہ ہے کہ عربی زبان میں مہارت پیدا کی جائے اور علوم اسلامیہ بالخصوص علم قرآن پر عبور حاصل کیا جائے، ظاہر ہے کہ ان تعلیمی مراحل سے گذرنا ہر شخص کے لئے آسان نہیں ہے اور سچ پوچھئے تو سب کو اس کا مکلّف بھی نہیں بنایا جاسکتا، دوسری صورت یہ ہے کہ کسی بھی زبان کی اتنی صلاحیت پیدا کی جائے کہ ترجمہ و تفسیر کے ذریعہ قرآن سے استفادہ ممکن ہو سکے، اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب کسی بھی زبان میں قرآن کریم کے تراجم کی کمی نہیں ہے ایک جائزہ کے مطابق اب تک دنیا کی ۶۵ زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شایع ہو چکے ہیں اس سے اہم یہ کہ اردو و فارسی کے علاوہ دوسری زبانوں (بالخصوص یوروپین) میں ترجمہ کرنے والے پہلے عموماً غیر مسلم مستشرقین تھے، بحمد اللہ اب عالمی زبانوں میں مترجمین قرآن کی حیثیت سے مسلمانوں کی کاوشیں بھی نمایاں ہو رہی ہیں اور

قرآن کریم کے تراجم کے ساتھ ساتھ مختلف زبانوں میں تفاسیر کے ترجمے بھی منظر عام پر آرہے ہیں۔اس سلسلہ میں مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف، مدینہ منورہ اور اسلامک فاؤنڈیشن، لیسٹر (برطانیہ) کی خدمات قابل تحسین ہیں۔

ترجمہ و تفسیر کے ذریعہ قرآن کریم کو سمجھتے وقت یقینی طور پر بہت سے اشکالات پیدا ہوں گے، پیچیدہ مباحث سامنے آئیں گے، بعض مقامات پر زبان وبیان کی دشواریاں حائل ہوں گی۔ان مواقع پر بلاشبہ کسی عالم یاماہر قرآن کا تعاون درکار ہوگا۔مطالعہ قرآن کے شایقین کے لئے اسمیں تکلف و تساہلی کسی صورت میں مناسب نہ ہوگی۔یہاں یہ واضح رہے کہ ایک طالب علم واسکالر یا محقق و مصنف یاعام قاری کی حیثیت سے جب بھی کسی کو کوئی کتاب (خواہ کسی زبان میں ہو) یااس کے کسی مبحث کو سمجھنے میں دشواری پیش آتی ہے تو بلا تکلف اس کتاب کی زبان کے ماہر اور بعض اوقات نفس موضوع کے متخصص سے بھی رجوع کرتے ہیں اور اسکی مدد سے مشکل مقامات اور پیچیدہ مباحث کو حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو پھر اس کتاب کو سمجھنے میں تکلف تساہلی ناقابل فہم ہے جو ہمارے سارے دکھوں کا درماں ہے اور دونوں جہاں میں ہماری فوز و فلاح کی ضامن ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ آس پاس اگر کہیں درس قرآن کا پروگرام منعقد ہوتا ہو تو اسمیں شرکت کو معمول بنایا جائے اور وعظ و نصیحت کی مجالس میں شریک ہونے کا اہتمام کیا جائے خاص طور سے ان مجالس میں جن میں اسلامی تعلیمات و احکام کو قرآن و سنت کی روشنی میں واضح کیا جاتا ہو۔اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ یہ مجالس قرآنی تعلیمات کی اشاعت کا ایک موثر ذریعہ بنتی ہیں، قرآن سمجھنے کی کوششوں کو پروان چڑھاتی ہیں اور اس کتاب عظیم سے تعلق مضبوط کرنے میں بہت ممد و معاون ثابت ہوتی ہیں۔

یہاں اس جانب بھی اشارہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ترجمہ و تفسیر کی مدد سے ازخود قرآن سمجھنے کے سلسلہ میں عام طور پر دو خدشات ظاہر کیے جاتے ہیں۔ اول یہ کہ جو لوگ عربی زبان سے بخوبی واقف نہ ہوں، قرآن، حدیث و فقہ پر گہری

نظر نہ رکھتے ہوں یا معروف اصطلاح میں عالم و فاضل نہ ہوں تو ان کے لئے قرآن کا ترجمہ و تفسیر پڑھنا مناسب نہیں ہے دوسرے یہ کہ جو لوگ عربی زبان و علوم اسلامیہ سے بے بہرہ ہیں یعنی عام پڑھے لکھے لوگ اگر قرآن کا ترجمہ و تفسیر پڑھیں گے اور از خود اسے سمجھنے کی کوشش کریں گے تو وہ بھٹک سکتے ہیں یا گمراہ ہو سکتے ہیں۔

اولین خدشہ کے سلسلہ میں سب سے پہلے یہ عرض ہے کہ عام طور پر دو باتوں کو ایک ساتھ گڈ مڈ یا خلط ملط کر دیا جاتا ہے۔ ایک ہے ترجمہ و تفسیر کی مدد سے اپنے طور پر قرآن کریم کے معنی و مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کرنا اور دوسری ہے قرآن کریم کے معنی و مفہوم کو لوگوں کے سامنے واضح کرنا یعنی قرآن کی تفسیر بیان کرنا یا درسِ قرآن دینا۔ جہاں تک اول الذکر کا تعلق ہے اس کے لئے عربی زبان سے گہری واقفیت یا دینی علوم پر عبور کی ضرورت نہیں۔ عام پڑھا لکھا آدمی بھی جس زبان سے واقف ہو وہ اس میں قرآن کے ترجمہ و تفسیر کا مطالعہ اور اس کے توسط سے کتاب الٰہی سے استفادہ کر سکتا ہے۔ اس میں کوئی حرج یا قباحت نہیں ہے۔ یہ بات محتاج بیان نہیں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر یہ فرمایا ہے کہ یہ کتاب سارے انسانوں کے لئے ھدایت کا ذریعہ ہے بلکہ اس کے نزول کا مقصد ہی یہ واضح کیا ہے کہ لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں روزمرہ زندگی میں اسے رہنما بنائیں اور حق و باطل میں تمیز کے لئے اسی کو کسوٹی کے طور پر استعمال کریں۔ مزید براں قرآن میں جگہ جگہ اس کی آیات میں غور و فکر کرنے اور ان کے معنی و مفہوم کو سمجھنے کی کوشش پر ابھارا گیا ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ نزول قرآن کا بنیادی مقصد کیسے پورا ہو سکتا ہے اگر اسکے معانی و مطالب کو سمجھنے کی کوشش اور اس سے براہ راست استفادہ صرف علماء و فضلاء یا فارغین مدارس تک محدود کر دیا جائے۔ قرآن تو یہ چاہتا ہے کہ اس کا فیض عام ہو، اس کا پیغام ساری دنیا میں پھیلے اور ہر شخص اس سے نصیحت و عبرت حاصل کرے اور ہم ہیں کہ اس سے استفادہ کا دروازہ تنگ کرتے جا رہے ہیں اور اس سے کسبِ فیض کا دائرہ محدود کرتے جا رہے

ہیں۔ایک زمانہ تھا کہ جب دوسری زبانوں میں ترجمہ قرآن کا مسئلہ غیر ضروری طور پر موضوع بحث بنا ہوا تھا اور اس ضمن میں بڑی بڑی موشگافیاں سامنے آئی تھیں، جیسا کہ اکمل الدین احسان اوغلو کی مرتبہ "تراجم قرآن کی عالمی ببلو گرافی" (استنبول، ۱۹۸۶ء) کے مقدمہ اور پروفیسر نذیر احمد کے مقالہ "فارسی کی قدیم ترین تفسیر یعنی تفسیر طبری" (تحقیقات اسلامی، ۲/۳ جولائی۔ ستمبر ۱۹۸۳ء ص ۸۔۳۱) میں اسکی کچھ تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں۔اب جب کہ ماشاء اللہ کسی زبان میں تراجم قرآن کی کمی نہیں تو ان سے استفادہ موضوع بحث بنا ہوا ہے۔

اس حقیقت سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا کہ عربی زبان وادب اور دینی علوم سے گہری واقفیت کے بغیر قرآن کا مطالعہ کرنے یا ترجمہ و تفسیر پڑھنے میں مشکل مباحث کا سامنا ہوگا، زبان و بیان، امثال واقسام، شان نزول و ربط آیات کے مسائل در پیش ہوں گے، بہت سے مقامات پر تاریخ، جغرافیہ، آثار قدیمہ و سائنسی علوم سے متعلق سوالات پیدا ہوں گے۔ لیکن اول تو یہ بات بھی بھولنی نہیں چاہئے کہ قرآن کا مطالعہ کرتے وقت ہر مقام پر ایسے مسائل کا سامنا نہ ہوگا دوسرے شہروں و قصبوں بلکہ دیہی علاقوں میں بھی ایسے علماء کی کمی نہیں ہے جن سے ان مسائل کے حل کے لئے رجوع کیا جاسکے۔ تیسرے مشکل مسائل سے تعرض کیے بغیر روزمرہ زندگی سے متعلق قرآن کریم کی اصولی ہدایات و تعلیمات کو بآسانی سمجھا جاسکتا ہے اور ان سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے، عقائد و عبادات سے متعلق قرآن کی جو واضح تعلیمات ہیں، سماجی زندگی بالخصوص والدین، پڑوسی، اعزہ واقارب، غرباء ومساکین سے سلوک کے باب میں اس کتاب عظیم کی جو روشن ہدایات ہیں، مال کے حصول و خرچ، باہمی لین دین اور دوسرں سے اقتصادی معاملات کے بارے میں قرآن میں جو اصول بیان کیے گئے ہیں، غیر مسلموں، مخالفوں و دشمنوں کے ساتھ برتاؤ کے جو پیمانے مقرر کیے گئے ہیں اور سیاست و حکومت سے متعلق جو بنیادی ضوابط وضع کیے گئے ہیں ان میں کوئی پیچیدگی وابہام

نہیں ہے اور ان کو سمجھنے میں عربی زبان وادب اور علوم اسلامیہ میں عدم مہارت حائل نہیں ہوسکتی، غرض یہ کہ مذہبی واخلاقی، سماجی واقتصادی، سیاسی وانتظامی یا انفرادی واجتماعی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے متعلق قرآن نے جو رہنما اصول بیان کیے ہیں انھیں کسی عالم کی مدد سے یا ترجمہ و تفسیر کے مطالعہ سے بآسانی سمجھا جاسکتا ہے۔ مزید براں یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ ذاتی مطالعہ یا ترجمہ و تفسیر پڑھ کر اگر پورا قرآن نہیں تو کم از کم اس کا کچھ حصہ سمجھا جاسکتا ہے۔ اس طور پر کوئی پچاس فیصد بھی نہیں بلکہ پچیس فیصد بھی سمجھ لے گا تو حقیقت یہ کہ یہ گھاٹے کا نہیں بلکہ سراسر نفع کا سودا ہوگا، سچ تو یہ ہے کہ جو کوئی خلوص نیت وطلب صادق کے ساتھ اس راہ میں قدم رکھے گا وہ بہت جلد اس کے بہتر نتائج دیکھ لے گا۔

اللہ تعالی نے قرآن کریم میں ایک بنیادی اصول یہ واضح فرمایا ہے۔

ومن يتق الله يجعل له من امره يسراً (الطلاق / ۴)

(اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لئے اس کے معاملہ میں آسانی پیدا کرے گا)

یہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ خود قرآن کریم میں اللہ تعالی نے اپنی کتاب عزیز سے حقیقی استفادہ وطلب ہدایت کے لئے جو واحد شرط بیان کی ہے وہ ہے تقوی سے متصف ہونا، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالی متقیوں کے لئے فہم قرآن کی راہیں ہموار کردیتا ہے اور ہدایت کے دروازے ان کے لئے کھول دیتا ہے۔

"هذا بيا ن للناس وهدى وموعظة للمتقين" (آل عمران / ۱۸۳)

(یہ لوگوں کے لئے تنبیہ ہے اور ہدایت و نصیحت ہے تقوی والوں کے لئے)

ان سب سے اہم بات یہ کہ جو لوگ اس عظیم ترین ہدایت نامہ سے استفادہ کرنا یا نصیحت حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کو مخاطب کر کے اللہ نے صاف طور پر فرمایا ہے کہ ہم نے طلب نصیحت کے لئے قرآن کو سہل بنادیا ہے۔ سورۃ القمر میں یہ آیت متعدد بار آئی ہے۔

"ولقد يسرنا القرآن للذكر فهل من مدكر" (القمر / ۷، ۲۲، ۳۲، ۴۰)

(اور ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان بنادیا ہے، کیا کوئی ہے نصیحت قبول کرنے والا)

بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر کرتے وقت ان لوگوں سے اختلاف کیا ہے جنھوں نے اس آیت کی روشنی میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو سمجھنے و سمجھانے اور استفادہ کے لئے آسان بنادیا ہے۔ ان مفسرین کی رائے میں اس آیت سے اصل مقصود یہ واضح کرنا ہے کہ نصیحت کا ایک ذریعہ عبرت ناک سزائیں ہیں جو پہلے نافرمان قوموں کو دی گئیں اور دوسرا ذریعہ قرآن ہے جو وعظ و تلقین اور دلائل کے ذریعہ سیدھا راستہ بتاتا ہے۔ پہلے کے مقابلہ میں نصیحت کا یہ ذریعہ زیادہ آسان ہے پھر ہم لوگ اس سے کیوں نہیں فائدہ اٹھاتے اور عذاب دیکھنے پر اصرار کرتے ہیں، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جن آیات میں قرآن کریم میں غور فکر کرنے، اس سے نصیحت حاصل کرنے اور اس کے معارف و حکم سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب و تعلیم دی گئی ہے ان کے مخاطب کون لوگ ہیں کیا صرف علماء و ماہرین قرآنیات ہیں یا عام لوگ بھی، اگر عام لوگ بھی ہیں تو آخر وہ قرآن سے کس طرح نصیحت حاصل کریں گے اور ہدایت طلب کریں گے اگر ان کے لئے اس میں غور و فکر کرنے، اس کے معانی و مفاہیم کو گرفت میں لانے اور اسے سمجھنے کی مختلف کوششوں کو صحیح نہ قرار دیا جائے۔

یہ بڑے عبرت کا مقام ہے لیکن ہے حقیقت کہ نزولِ قرآن کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کتاب سے اعراض کرنے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

فاین تذھبون ان ھو الا ذکر للعلمین (التکویر/۲۶-۲۷)

(تم کہاں بھاگے جارہے ہو یہ (قرآن) تو ساری دنیا کے لوگوں کے لئے نصیحت و یاد دہانی ہے)

اس آیت کے اصل مخاطب عہد نبویؐ کے کفار، مشرکین و اہل کتاب ہیں لیکن موجودہ صورت حال میں یہ آیت کریمہ ہم سب مسلمانوں کو پکار پکار کر اپنی طرف

بلا رہی ہے اور قرآن سے استفادہ اور اس سے حصول رہنمائی کی دعوت دے رہی ہے۔

آخر میں اس امر کی جانب بھی اشارہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ عام مسلمانوں میں قرآن سے جو غفلت و بے توجہی اور اس سے استفادہ میں تساہلی پائی جاتی ہے وہ یقیناً تشویش ناک وافسوس ناک ہے لیکن اس کے ساتھ قرآن کی دعوت کو عام کرنے، اسکی تعلیمات وہدایات سے لوگوں کو روشناس کرانے اور اس کے پیغام کو گھر گھر پہنچانے کے بارے میں عام طور پر علماء کا جو رویہ پایا جاتا ہے وہ بھی کچھ کم افسوسناک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنھیں علم قرآن سے نوازا ہے وہ خود غور کریں کہ وہ اس علم کی اشاعت کی کیا خدمت انجام دے رہے ہیں اور اس نعمت کا حق کس حد تک ادا کر رہے ہیں، جو لوگ دینی تعلیم کی دولت سے مالا مال ہیں وہ خود اپنا احتساب کریں کہ ان میں کتنے ہیں جو اپنے اپنے مقام پر درس قرآن کا اہتمام کرتے ہیں یا اپنی تقریری و تحریری صلاحیتوں کو قرآنی علوم کی ترویج کے لئے استعمال کر رہے ہیں، ماہرین قرآنیات میں کتنے ہیں جو دوسروں کو چھوڑ دیجئے خود اپنے گھر کے لوگوں کے سامنے وقتاً فوقتاً روزمرہ زندگی سے متعلق قرآنی تعلیمات واضح کرتے ہیں۔ ان میں سے بیشتر سوالات کے جوابات غالبًا تشفی بخش نہ ہوں گے۔ نامور مفکر وممتاز مترجم قرآن شاہ ولی اللہ دہلویؒ (۱۸۰۳ـ ۱۸۶۲ء) نے آج سے تقریباً ڈھائی سو سال قبل مسلم عوام وخواص میں قرآن سے جو بے توجہی پائی جاتی تھی اس کی عکاسی کرتے ہوئے فارسی ترجمہ قرآن کے مقدمہ میں انھوں فرمایا تھا کہ لوگ قرآن مجید کے بجائے شعر و شاعری اور تصوف کی کتابوں میں زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں، جس طرح مجلسوں میں پورے ذوق و شوق کے ساتھ مثنوی مولانا روم، گلستان سعدی، شیخ عطار کی منطق الطیر، مولانا جامی کی نفحات الانس اور ابونصر فارابی کے قصے پڑھے جاتے ہیں اگر اسی طرح اہل علم کی مجالس میں قرآن پڑھا جاتا اور اس کے افہام و تفہیم کی مصروفیت اختیار کی جاتی تو کتنا اچھا ہوتا، یہ تاثر خود ان کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

"چناں کہ یاران سعادت مند مثنوی مولانا جلال الدین، گلستان شیخ سعدی و

منطق الطیر شیخ فرید الدین عطار و قصص فارابی و نفحات مولانا عبد الرحمٰن و امثال آں نقل مجلس دارند چہ باشد اگر ایں ترجمہ را ہماں اسلوب درمیان آرند و حصہ از شغل خاطر بادراک آں گمارند اگر آں شغل باکلام اولیاء اللہ است ایں بر شغل کلام اللہ واگر آں مواعظ حکیماں است ایں مواعظ احکم الحاکمین است (فتح الرحمٰن بترجمۃ القرآن، مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ورق ۳ب)

اگر آج کے مسلم معاشرہ اور اسکی مجالس کا جائزہ لیا جائے تو کچھ ایسے ہی حالات نظر آئیں گے یہ اور بات ہے کہ بدلے ہوئے حالات میں کتاب خوانی و شعر و شاعری کی محافل تو تقریباً مفقود ہو گئی ہیں اور ان کی جگہ ٹی وی، کمپیوٹر، انٹرنٹ اور ای میل کی مصروفیات آگئی ہیں اور بیٹھک، چوپال اور ڈرائنگ روم میں حالات حاضرہ اور قومی و بین الاقوامی سیاست پر تبصرہ آرائی اور بحث و مباحثہ کا رواج بڑھتا جارہا ہے۔ ان حالات میں قرآن کے پڑھنے پڑھانے، اس کی تعلیمات کی اشاعت اور اس کے افکار و تصورات پر مذاکرہ و مباحثہ میں جو دلچسپی کی کمی پائی جاتی ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ ہم سب کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے کہ اس صورتحال کو کیسے تبدیل کیا جائے عام لوگوں کو کس طرح قرآن سے قریب لایا جائے، گھر گھر قرآن کی آواز کیسے پہونچائی جائے۔ روزمرہ زندگی کے بارے میں قرآنی تعلیمات و ہدایات سے لوگوں کو کیسے روشناس کرایا جائے۔ یہاں اس سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا کہ قرآن سے حصول رہنمائی اور اسے سمجھنے کی کوشش میں عام لوگوں میں بے توجہی ضرور پائی جاتی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ قرآن کی طلب رکھتے ہیں۔ اس کی باتیں جب ان کے سامنے آتی ہیں تو وہ بڑے شوق سے سنتے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اس کی تشنگی محسوس کرتے ہیں۔ بعض اوقات وہ بڑی حیرت سے پوچھتے ہیں کہ "کیا یہ سب باتیں قرآن کی ہیں، ہمیں تو ان کا علم بالکل نھیں تھا"، لوگوں کی یہ طلب کیسے پوری کی جائے اور عام مسلمانوں کی اس تشنگی کو کیسے دور کیا جائے۔ یہ بڑا اہم و سنگین مسئلہ ہے جو علماءِ دین بالخصوص ماہرین قرآنیات کی توجہ کا طالب ہے۔

یہ صحیح ہے کہ مختلف مقامات پر وقتاً فوقتاً درس قرآن کی مجلسیں منعقد ہوتی رہتی ہیں اور بعض جگہوں پر درس قرآن کے باقاعدہ پروگرام ہفتہ وار منعقد کیے جاتے ہیں لیکن کم از کم علی گڑھ کی حد تک مشاہدہ یہ ہے کہ ان پروگراموں کا دائرہ خاصا محدود ہوتا ہے اور ان میں کچھ مخصوص لوگ ہی شریک ہوتے ہیں، بلاشبہ ان مجالس میں کوئی بھی شریک ہو سکتا ہے ان سے استفادہ پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس انداز سے یہ پروگرام منعقد کیے جاتے ہیں اس میں ان کی محدود نوعیت غالب رہتی ہے اور انکی حیثیت ایک عام پروگرام کی نہیں بن پاتی، دوسرے ان مجالس میں جس نہج سے درس دیا جاتا ہے اور تفسیر کے جو نکات زیر بحث آتے ہیں وہ عام لوگوں کی سطح سے بلند ہوتے ہیں۔ علی گڑھ یا دوسرے مقامات پر درس قرآن کے نام سے جو پروگرام جاری ہیں انکی افادیت سے انکار نہیں۔ موجودہ حالات میں یہ بھی بہت غنیمت ہیں، ان کے فوائد و ثمرات سامنے آتے رہتے ہیں، انہیں ہر حالت میں جاری رکھنا چاہئے۔ البتہ بہتر ہوگا کہ ان کا دائرہ وسیع کیا جائے اور درس کا ایسا انداز اختیار کیا جائے کہ عام لوگ یا کم پڑھے لکھے لوگ بھی ان سے مستفید ہو سکیں۔ ان دروس میں تفسیر کے دقیق مسائل اور فنی مباحث میں الجھنے کے بجائے سیدھے سادے انداز میں آیات کی تشریح و ترجمانی کی جانی چاہئے۔ اُن آیات کی تفسیر میں کچھ زیادہ تفصیل سے کام لینا چاہئے جن میں عقیدہ کی درستگی فرائض کی پابندی، اعمال صالحہ کے اہتمام، اخلاق حسنہ سے آراستگی، معاملات کی صفائی اور لین دین میں دیانت داری پر زور دیا گیا ہے، اس نوع کے پروگراموں کو اس وجہ سے اور زیادہ وسعت دینے کی ضرورت ہے کہ پڑھنے کا شوق دن بہ دن گھٹتا جارہا ہے۔ اس وضاحت کی چنداں حاجت نہیں کہ مختلف زبانوں میں قرآنیات پر کتابیں، رسالے اور مقالات و مضامین شایع ہوتے رہتے ہیں۔ انھیں لوگ پڑھتے ہیں اور ان سے سبق حاصل کرتے ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ اس طور پر کتنے لوگ قرآن کریم سے فائدہ اٹھاتے ہیں، ابلاغ کے جدید ترین ذرائع اور معلومات کی نئی نئی تکنیک اور اس کے وسیع تر نظام کے منفی اثرات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ

خواندگی کی عادت (Reading Habit) روز بروز کمزور ہوتی جارہی ہے ، دوسرے مطالعہ وکتب بینی کا شوق رکھنے والوں میں بہت کم ایسے حضرات ہیں جو قرآنیات سے دلچسپی رکھتے ہیں یا تفسیر وعلوم قرآنیہ سے متعلق کتابیں ورسائل پڑھنے کے لئے وقت فارغ کرتے ہیں۔اس لئے بہتر ہوگا کہ قرآن کے پیغام کو پھیلانے ،لوگوں میں اسکی تعلیمات مشتہر کرنے اور اس سے ان کا تعلق مضبوط کرنے کے لئے مختلف ذرائع استعمال کیے جائیں،اس سلسلہ میں درج ذیل باتوں کی طرف توجہ دلانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(۱) گھر کے لوگوں کے سامنے روزانہ یاو قتاًفو قتاً قرآن کی چند آیتیں پڑھ کر ان کا معنی و مفہوم واضح کیا جائے اگر گھر میں کوئی اسکی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو ترجمہ و تفسیر کی مدد سے یہ سلسلہ قایم کیا جائے۔

(۲) محلّہ کی مسجد یا کسی اور مقام پر ہفتہ میں کم از کم ایک بار درس قرآن کا اہتمام کیا جائے۔

(۳) علماء یا ماہرینِ قرآنیات کو تقریر کرنے یا خطبہ ولکچر دینے کا جہاں کہیں بھی موقع ملے بہتر ہوگا کہ وہ قرآن وسنت کی روشنی میں اپنے خیالات کے اظہار پر خصوصی توجہ دیں اور اگر کوئی موضوع متعین ہے تو سب سے پہلے اس سے متعلق قرآن کے نقطہ نظر کو واضح کریں۔

(۴) عصری جامعات کے مسلم اساتذہ (بالخصوص سماجی علوم سے تعلق رکھنے والے) اپنے اپنے مضامین پر لکچر دیتے وقت ان سے متعلق قرآن کے بنیادی افکار و تصورات کو طلبہ کے سامنے ضرور پیش کریں۔

(۵) روزمرہ زندگی میں لوگوں کے سامنے نئے مسائل پیش آتے رہتے ہیں بہت سے لوگ ان کے بارے میں شریعت کا نقطہ نظر جاننے کے خواہش مند رہتے ہیں اور اس کے لئے مقامی علماء وفقہاء سے رجوع بھی کرتے ہیں، بہتر ہوگا کہ ان مسائل کے بارے میں شریعت کا موقف واضح کرتے ہوئے علماء کرام سب سے

پہلے قرآن کے احکام بیان کریں اور اگر کوئی ایسا مسئلہ ہے جس سے متعلق قرآن میں کوئی واضح حکم یا ہدایت موجود نہیں ہے تو کم از کم اس باب میں اسکے رہنما اصولوں کی ضرور نشاندہی کریں۔

مختصر یہ کہ تحریر و تقریر، درس و تدریس، بحث و مباحثہ، وعظ و نصیحت، سیمنار و کانفرنس، مکالمت و مراسلت ہر ذریعہ سے قرآن کا پیغام عام کیا جائے، اسکی آواز گھر گھر پہنچائی جائے، اپنے گھر سے ابتدا کی جائے اور پھر پڑوس و محلہ میں اس کتاب مبین کی آواز بلند کرتے ہوئے دور دراز جہاں تک ممکن ہو اسے پھیلایا جائے اور لوگوں کو بار بار یہ حقیقت ذہن نشیں کرائی جائے کہ فکری و عملی ہر طرح کی گمرہی و تاریکی سے نکال کر صراط مستقیم کی راہ دکھانے والی اور کامیابی و کامرانی کی شاہراہ تک پہنچانے والی کتاب اصلاً قرآن ہی ہے۔ یہ آیت کریمہ اسی حقیقت کی ترجمانی کر رہی ہے۔

"ولقد جاء كم من الله نور وكتاب مبين يهدى به من اتبع رضوانه سبل السلام ويخرجهم من الظلمت الى النور باذنه ويهديهم الى صراط مستقيم (المائدہ/۱۵-۱۶)

(اب تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشنی اور ایک واضح کرنے والی کتاب آگئی۔ اس کے ذریعہ اللہ ان لوگوں کو جو اس کی خوشنودی کے طالب ہیں سلامتی کی راہیں دکھا رہا ہے اور اپنی توفیق بخشی سے ان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لا رہا ہے اور صراط مستقیم کی طرف انکی رہنمائی کر رہا ہے)

اللہ تعالی ہم سب کو قرآن کی خدمت و علم قرآن کی اشاعت کی توفیق نصیب فرمائے، ہمارے قلب و جوارح میں قرآن کی تعلیم سرایت کر دے اور ہمیں اس حدیث شریف کا مصداق بنائے:

خیرکم من تعلم القرآن وعلمه (تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور دوسروں کو سکھایا)

ظفر الاسلام اصلاحی

(۲۵ جنوری ۲۰۰۲ء)